حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کی تحقیق

○ 26 مئی 2002ء کو محترم الحاج شہزادہ صمصام الملک والحاج محمد معراج الدین صاحبان، ماہنامہ آوازِ حق کے دفتر میں تشریف لائے۔ اُنہوں نے کسی گمنام شخص کی لکھی ہوئی ایک تحریر دکھائی جس کا خلاصہ دو چیزیں ہیں؛

پہلی چیز:۔ اِس روایت کو بطور حدیث قدسی درج کرنے میں اصل ماخذ کا حوالہ دینا ضروری تھا جس کے بغیر عدم احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔

دوسری چیز:۔ جناب الحاج شہزادہ صمصام الملک صاحب کی تصنیف (سیرۃ النبی ﷺ، کھوار) کے ٹائٹل پر ثبت بطور حدیث قدسی ''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' کی صحت پر اثر ابن عباس کے حوالہ سے اعتراض کیا گیا ہے کہ اُس کے منافی ہے۔

مذکور الصدر حضرات نے فرمائش کی کہ آوازِ حق کے قریبی شمارہ میں اِس تحریر کا تسلی بخش جواب اور اصل مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کر کے شائع کیا جائے۔ گمنام معترض کی تحریر یہ ہے؛

قابلِ عزت جناب شہزادہ صاحب، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ!

مارکیٹ میں سیرت کی ایک کتاب پر نظر پڑی جو آپ کی تصنیف ہے، اس کے پہلے ہی صفحہ پر آپ نے بطور حدیث قدسی ''لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' درج کی ہے۔ مگر یہ ''لَوْلَاکَ'' اگر حدیث قدسی ہے تو برائے مہربانی درج ذیل تفاسیر ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر، جلد 5، پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت نمبر 11۔

''حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ سات زمینوں میں سے ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہے مثل آدم کے اور نوح ہے مثل نوح کے اور ابراہیم ہے مثل ابراہیم کے اور عیسی

ہے مثل عیسیٰ کے۔"(1)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں؛

"فِیْ کُلِّ اَرْضٍ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ وَآدَمُ کَآدَمَ وَنُوْحٌ کَنُوْحٍ وَاِبْرَاهِیْمُ کَاِبْرَاهِیْمَ وَعِیْسٰی کَعِیْسٰی"(2)

بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح ایک آدم ہے اور تمہارے نوح کی طرح ایک نوح ہے، تمہارے ابراہیم کی طرح ایک ابراہیم ہے اور تمہارے موسیٰ کی طرح ایک موسیٰ ہے اور تمہارے نبی یعنی محمد ﷺ کی طرح ایک نبی ہے۔

چونکہ یہ "لَوْلَاکَ" مندرجہ بالا احادیث کے رد میں آتا ہے اس لیے جس کتاب سے آپ اخذ فرما چکے ہیں اس کا حوالہ اس میں دیا جاتا تو اچھا تھا ورنہ اپنی طرف سے کوئی بات حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا خطرناک ہے۔ شکریہ...... ایک مسلمان

○ اِس سے قبل 22/12/2010 کو دفترِ ہٰذا کو جامعہ رشیدیہ ساہیوال پنجاب سے مولانا عبدالواحد کی ایک تحریر بذریعہ ڈاک وصول ہوئی تھی، جو مندرجہ ذیل ہے؛

محترم ایڈیٹر صاحب! آوازِ حق کے باب الاستفسارات میں شرعی مسائل کا جس غیر جانبدارنہ انداز سے خالص اسلام کے رنگ میں اطمینان بخش جواب دیا جاتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ "لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" حدیث کو اکثر علماء حضرات پیش کرتے ہیں اور کافی کتابوں میں بھی میں نے اس کو پڑھا ہے لیکن اس کے متعلق میرے ذہن میں یہ خدشات پیدا ہوتے ہیں کہ ایک تو اس کی سند معلوم نہیں ہے۔

دوسری بات:۔ ترکیب نحوی کے لحاظ سے بھی یہ نا قابلِ فہم ہے کیوں کہ "لَوْلَا" علم نحو کے مطابق حرف شرط ہے جس پر یہ داخل ہوتا ہے وہ اِسم ہوتا ہے جو مبتداء ہوتا ہے اور جس کی خبر محذوف ہوتی ہے۔ اس جملہ اسمیہ شرطیہ کے بعد جو جملہ جزائیہ ہوتا ہے وہ ہمیشہ جملہ فعلیہ ہوتا ہے لیکن اس حدیث میں

"لَوْلَا" جوحرف شرط ہے اسم (مبتداء) پر داخل نہیں ہے تا کہ اُس سے جملہ شرطیہ بنتا بلکہ حرفِ خطاب پر داخل ہوا ہے جیسے (ذَاکَ، ذٰلِکَ، ذٰلِکُمَا، ذٰلِکُمْ) میں ہے کیوں کہ اسم ضمیر جو مبتداء ہوتا ہے وہ ہمیشہ ضمیر مرفوع منفصل ہوتا ہے جبکہ "لَوْلَاکَ" میں "ک" ضمیر ہی نہیں ہے نہ متصل نہ منفصل، جب ضمیر یعنی اِسم ہی نہیں ہے تو پھر مبتداء ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب اس کا مدخول مبتداء نہیں ہے تو پھر جملہ شرطیہ ہونے کا کیا سوال؟ مہربانی کر کے اس حدیث سے متعلق میرے ان سوالات کے جواب شائع کریں:

- ○ اس روایت کی فی الواقع کوئی سند ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسے بیان کیا جائے؟
- ○ اگر نہیں ہے تو پھر بے سند روایت کو حدیث قدسی کہہ کر بیان کرنے والوں کا کیا حکم ہے کہ آیا وہ گنہگار ہیں یا نہیں؟
- ○ اگر وہ گناہ گار ہیں تو پھر حرام کے زمرہ میں یا مکروہ کے اور صغیرہ گناہ کے درجہ میں یا کبیرہ گناہ کے درجہ میں؟
- ○ اگر وہ گناہ گار نہیں ہیں تو پھر اس مرفوع حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"۔
- ○ مذکورہ لُغوی اور نحوی ترکیب کے لحاظ سے جو اشکال ہے اُس کا کیا بنے گا؟

والسلام ...... عبدالواحد، جامعہ رشیدیہ جی ٹی روڈ ساہیوال

یہ دونوں مکتوب چوں کہ ایک ہی مسئلہ کے متعلق ہیں لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اِن دونوں کا مشترکہ جواب شائع کیا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب:۔ جناب شہزادہ صمصام الملک کی سیرۃ النبی، کھوار کے ٹائٹل پیج پر ثبت حدیث قدسی کے مآخذ کا حوالہ نہ دینے سے متعلق جو تنقید کی گئی ہے شریعت کے ترازو میں اُسے غلط نہیں کہا جا سکتا بلکہ ایسی

تنقید یا ایسی کمزوری کی نشاندہی کرنے کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے لہٰذا اس گمنام تحریر کا یہ حصہ از روئے شرع درست اور قابلِ ستائش ہے۔ اس کی سند و ماخذ کی بابت شرعی تحقیق یہ ہے کہ ماہرین حدیث اور علماءِ اُصول حدیث کے بیان کردہ طریقوں کے مطابق حدیث کو روایت کرنے کے دو طریقے ہیں؛

○ روایت باللفظ۔ ○ روایت بالمعنی۔

اِن دونوں طریقوں کی مقبولیت کے لیے جو شرائط ہیں وہ سب کی سب ان دونوں میں قدرِ مشترک ہونے کے ساتھ روایت بالمعنی کی مقبولیت کے لیے اُمتِ مسلمہ کی طرف سے تلقی بالقبول اور اُس کے مضمون کا اُن روایات کے مضامین کے ساتھ متفق و یکساں ہونا بھی اضافی شرط ہے جو اس روایت بالمعنی بیان ہونے والی حدیث کے علاوہ دوسرے طریقوں سے وارد شدہ الفاظ کے مدلول و مفہوم ہیں۔ پیشِ نظر حدیث قدسی اِن الفاظ یعنی ''لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' کے ساتھ روایت بالمعنی کے زمرہ میں شامل ہے اور مقبولیت کی جملہ شرائط اِس نوعیت کی روایت کے لیے مذکور اضافی شرط سمیت یہاں پر بھی موجود ہے کیوں کہ جمہور اُمتِ مسلمہ نے بلا اختلاف اُسے تسلیم کیا ہوا ہے اور تلقی بالقبول ہونے کے ساتھ اِس کے ماسیق لہ الکلام اور عبارۃ النص و مضمون اُن تمام مقبول روایات کے بھی مطابق ہے جو دوسرے الفاظ میں وارد ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر امام المحدثین حضرت ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری، المتوفی 405ھ نے المستدرک علی الصحیحین کی جلد2، صفحہ 615، مطبوعہ دارالفکر بیروت میں اپنے شیوخ الحدیث اساتذہ کے سلسلہ میں اپنے اور حضرت عبداللہ ابن عباس کے مابین آٹھ (8) واسطوں کو بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے؛

''قَالَ اَوْحَی اللّٰہِ اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَاعِیْسٰی اٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَاْمُرْ مَنْ اَدْرَکَہُ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ یُؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ''

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے اِس کی تخریج کر کے اِس کی سند صحیح ہونے کے باوجود مسلم

بخاری سے اس کی تخریج رہ جانے کا ذکر کرنے کے متصلاً بعد حضرت آدم ں کا شجرۂ ممنوعہ کے قریب جانے کی وجہ سے جنت سے نکالے جانے کی طویل حدیث کو سات واسطوں سے بیان کرنے کے بعد حضرت عمر ابن خطاب ص تک پہنچا کر اُن کی روایت سے بایں الفاظ بیان کیا ہے؛

''وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ''

اس کے بعد اِس روایت کی بھی صحت اسناد کے ساتھ تصریح کرتے ہوئے کہا ہے؛

''وَھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ''

یعنی اس حدیث قدسی کی سند بھی صحیح ہے۔

حضرت امام المحدثین علی ابن برہان الدین حلبی نے انسان العیُون میں حضرت مولیٰ علی کی روایت سے بیان کیا ہے؛

''یَا مُحَمَّدُ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلَا رَفَعْتُ ھٰذِہِ الْخِضْرِیُ وَلَا بَسَطْتُ ھٰذِہِ الْغَبْرٰی''(3)

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) اگر تجھے رسول بنا کر بھیجنا مقصود نہ ہوتا تو میں زمین کو پیدا کرتا نہ آسمان کو اور نہ آسمان کو اُٹھاتا نہ زمین کو بچھاتا۔

حضرت امام المحدثین محدث ابن جوزی التوفی 597ھ نے الوفا باحوال المصطفیٰ میں حضرت آدم ں کے جنت سے نکالے جانے اور بعد ازاں حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے توبہ واستغفار کرنے پر مشتمل طویل حدیث کو حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے بیان کرنے کے بعد حدیث قدسی کے یہ الفاظ بیان کئے ہیں؛

''وَلَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ''(4)

یعنی اگر ان کی رحمت کو ظاہر کرنا نہ ہوتا تو تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

اسی کتاب میں محدث ابن جوزی نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے اس طرح تخریج فرمائی

ہے"اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ آدَمَ" (5)

حضرت امام المحدثین امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں فضائل سید المرسلین ﷺ کے سلسلہ میں اسی حدیث "لَوْلَاکَ" کے مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے؛

"وَخَلَقَ آدَمَ وَجَمِیْعَ الْمَخْلُوْقَاتِ لِاَجْلِہٖ" (6)

یعنی حضرت آدم علیہ السلام سمیت جملہ خلائق کو آپ ﷺ کے وجودِ اقدس کی بدولت پیدا کرنا بھی آپ ﷺ کے فضائل میں شمار ہے۔

ملا علی قاری نے الموضوعات الکبیر میں اس کے ان الفاظ یعنی "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" پر موضوع ہونے کا اعتراض کرنے والے صنعانی کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ؛

"لٰکِنَّ مَعْنَاہُ صَحِیْحٌ فَقَدْ رَوَی الدَّیْلَمِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا مَرْفُوْعًا اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَامُحَمَّدُ لَوْلَاکَ مَاخَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ، وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ عَسَاکِرَ لَوْلَاکَ مَاخَلَقْتُ الدُّنْیَا" (7)

عہد صحابہ سے حضرت عمر ابن الخطاب، حضرت مولیٰ علی، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جیسے عظیم صحابہ کرام سے مختلف الفاظ میں مروی اس روایت کا حاصل مضمون چونکہ اِس دنیا کا اور ثنات کا آپ ﷺ کی بدولت پیدا کرنا ہے اور ان سب روایات کو انفرادی طور پر تلقی بالقبول حاصل ہونے کی بناء پر بعد والوں کے لیے ان کے مشترکہ مفہوم و مراد کو روایت بالمعنیٰ کے طور پر بیان کرنے کا جواز پیدا ہوا جس وجہ سے 400ھ سے لے کر اب تک مختلف طبقہ ہائے علم کے حضرات اپنے اپنے انداز میں "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" کو بطور حدیث قدسی بلا اختلاف بیان کرتے آئے ہیں۔ اُن کی تعداد کو اگر مع تصنیفات بیان کیا جائے تو اس کے لیے مستقل دفتر درکار ہوگا۔ الغرض روایت بالمعنیٰ کے مذکورہ طریقہ کے مطابق "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقَ الْاَفْلَاکَ" کے الفاظ کو بطور حدیث قدسی بیان کرنے والے سلف و صالحین کی تعداد حد تواتر سے کم نہیں ہے۔ مسلم آبادی پر مشتمل زمین کا وہ

کونسا خطہ ہوگا یا عہد صحابہ کے بعد تاریخ کا وہ کونسا دور ہوگا یا مسلم اُمت میں کون سی زبان ایسی ہوگی جس میں روایت بالمعنی کے طور پر اس حدیث قدسی کو بیان کرنے والے محدث ابن جوزی، شاہ نعمت ولی اللہ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، مصلح الدین سعدی شیرازی، امام بوصیری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، امام احمد رضا بریلوی، سید محمود بغدادی الوسی، مفسر اسماعیل حقی، عبدالحئی لکھنوی اور امام جلال الدین سیوطی جیسی حدیث شناس پاک ہستیوں نے اس کا مضمون صحیح معنی میں حدیث قدسی سمجھ کر بیان نہ کیا ہو اور تو اور انگریز استعمار کا ہندوستان میں تسلط قائم کرنے کے بعد پیدا ہونے والے علماء میں مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کو بھی اپنی تصنیف ''عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ'' میں یہ الفاظ بطور حدیث قدسی تسلیم کرنے پڑے، چنانچہ عطر الوردہ میں امام بوصیری نے شعر۔

"لَوْلَاهُ لَمْ تُخْرِجِ الدُّنْيَامِنَ الْعَدَمِ" کے تحت لکھا ہے کہ:

''وَقَوْلُهُ لَوْلَاهُ اِقْتِبَاسٌ مِنْ حَدِيْثِ (لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ)''(8)

سوال نمبر 2 کا جواب یہ ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے پیغمبروں کی طرح پیغمبر ہونے اور نبی آخر الزمان خاتم النبیین ﷺ کی طرح اور رسولوں کے موجود ہونے سے متعلق متعدد کتب حدیث میں موجود اثر ابن عباس کو اِس حدیث قدسی کے ساتھ متصادم ومتعارض سمجھ کر اعتراض کرنا سوءفہم کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ مذکورہ حدیث قدسی کو اُمتِ مسلمہ کی طرف سے بلا اختلاف تلقی بالقبول حاصل ہونے کی وجہ سے بلا اختلاف مقبول ہے جبکہ اثر ابن عباس شاذ، متشابہ اور غیر متلقی بالقبول ہونے کی بناء پر نا قابل عمل ہے۔ ایسی صورت میں تعارض کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟

تاہم میں خود اثر ابن عباس کے فی الجملہ مضمون کو باوصف شذوذ وتشابہ اور غیر متلقی بالقبول و نا قابلِ فہم ہونے، قابلِ توجہ اور مطابق قرآن ہونے کو ممکن تصور کرتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس کا اپنی جگہ درست ہونے سے یا اُس کو تسلیم کرنے سے کفر لازم ہو۔ یہ تمام تر توہمات سوءفہم کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں بلکہ ''**لِكُلِّ مَقَالٍ مَقَامٌ وَلِكُلِّ مَقَامٍ رِجَالٌ**'' اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی

تو اس مقام کا پورا پورا حق کسی مستقل تحریر میں ادا کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ) لیکن مصنف تحذیر الناس کی طرح خرقِ اجماع وضرورتِ دینی سے انکار کر کے نہیں بلکہ ضروریاتِ دینیہ کی حدود میں رہتے ہوئے سب کچھ ہو سکتا ہے۔

استفسار نمبر ۲، سوال نمبر 1 تا 5 کے جوابات ہمارے اس بیان سے واضح ہو چکے ہیں، اُمید ہے کہ سب کے لیے شرح صدر کا سبب ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ) کیوں کہ اِن سب کا دارومدار مذکورہ روایت کے حدیث قدسی نہ ہونے پر تھا جب ہم من حیث المعنی اُس کے حدیث قدسی ہونے اور سلف صالحین کا بلا اختلاف اُس پر عمل اور تلقی بالقبول ثابت کر چکے تو اِس قسم تمام اعتراضات کی حیثیت اپنے آپ ختم ہوگئی۔ (وَلِلّٰهِ الْحَمْد)

لُغت اور علم نحو کے حوالہ سے اشکال کا جواب یہ ہے کہ معترض کے ذہن میں اِس حوالہ سے جو اعتراضات پیدا ہوئے ہیں یہ علم نحو سے اُس کی پسماندگی کی وجہ سے ہیں ورنہ اگر صاحب موصوف علم نحو کو سمجھتے تو اُنہیں یہ خدشات قطعاً نہ ہوتے۔ اس سلسلہ میں زیرِ نظر روایت کی نحوی ترکیب بتانے سے قبل صاحب موصوف کی اصلاح کی غرض سے اُس کی تحریر سے نمایاں چند غلطیوں کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتا ہوں؛

اوّل:۔ صاحبِ موصوف نے کلمہ ''لَوْلا'' کو حرف شرط سمجھا ہے جو بے بنیاد اور غلط فحش ہے۔

دوم:۔ جملہ شرطیہ میں اول جز ویعنی شرط کو جملہ شرطیہ سمجھا ہے یہ بھی بے بنیاد ہے اور علم نحو کے سراسر خلاف ہے کیوں کہ علم نحو میں ادات شرط کے مدخول دونوں جملے یعنی شرط وجزا کا پورا مجموعہ، جملہ شرطیہ ہوتا ہے نہ صرف جز واول بلکہ اول جملہ چاہے اسمیہ ہو یا فعلیہ بہر حال شرط ہی کہلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جملہ شرطیہ اور شرط میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

سوم:۔ ''لَوْلاکَ'' میں ''کَ'' کو حرف خطاب قرار دے کر ''ذَاکَ یَا ذٰلِکَ'' کے حرف خطابی پر قیاس کرنا بھی فحش غلطی ہے اور علم نحو سے ناواقفیت کی دلیل ہے بلکہ یہ ''کَ'' اسم ضمیر ہی

ہے جو ہم ابھی بیان کریں گے۔

چہارم:۔ شرط کی جزا کو ہمیشہ جملہ فعلیہ کہنا بھی غلط فحش ہے بلکہ علم نحو کے مطابق یہ کبھی جملہ فعلیہ ہوتا ہے کبھی اسمیہ، لہٰذا صاحبِ موصوف کو چاہئے کہ علم نحو کی کتابوں کو دیکھ کر اپنی اصلاح کرے۔

پنجم:۔ "لَوْلَاکَ" کے مدخول مبتداء کی خبر کو ہمیشہ محذوف قرار دینا غلط و بے بنیاد ہے بلکہ علم نحو کی رو سے اس کی خبر کبھی محذوف اور کبھی مذکور ہوتی ہے۔

ششم:۔ شرط کی جزا کو جملہ جزائیہ کہنا بھی علم نحو کے خلاف بلکہ نحوی بدعت ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علم نحو کی اصطلاح میں ادات شرط کے مدخول اول کو شرط اور مدخول دوم کو جزا کہتے ہیں اور ان کے مجموعہ کو جملہ شرطیہ کہتے ہیں۔

ہفتم:۔ "لَوْلَاکَ" کے بعد مبتداء واقع ہونے والی ضمیر کو ہمیشہ ضمیر مرفوع منفصل قرار دینا بھی غلط اور علم نحو سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیوں کہ کبھی کبھی یہ ضمیر مجرور متصل بھی ہوتی ہے، جیسے ابھی ہم بیان کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

لَوْلَاکَ کی نحوی ترکیب و تحقیق:۔

جب (ل، و، ل، ا) کا مجموعہ مرکّب یہ حرف، حرفِ تحضیض یا حرفِ تندیم، حرفِ عرض یا حرفِ تمنی نہ ہو جو خواص فعل ہیں تو لامحالہ حرف امتناع ہوگا جسے علم نحو میں لولا امتناعیہ کہا جاتا ہے۔ اُس وقت یہ خاصہ اسم ہو جاتا ہے اور جس اسم پر یہ داخل ہوتا ہے وہ ہمیشہ مبتداء ہوتا ہے جس کی خبر کبھی محذوف اور کبھی مذکور ہوتی ہے۔ ان سب کی مثالیں قرآن شریف میں بکثرت موجود ہیں۔ جب اس کا مدخول اسم یعنی مبتداء اپنی خبر کے ساتھ ملکر جملہ اسمیہ بنتا ہے تو اُس کے حاصلِ مضمون کو سبب کہتے ہیں کیوں کہ اس کا وجود اس کے بعد مذکور ہونے والے جملہ کے مضمون کے سلب کے لیے سبب ہوتا ہے اور اس دوم جملہ کو نحوی اصطلاح کے مطابق جوابِ لولا کہا جاتا ہے جیسا علم نحو کی کتابوں میں اس کی مشہور مثال "لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ" پیش کی گئی ہے۔ جس کی اصل اس طرح ہے کہ:

''لَوْلَاعَلِيٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ''

یعنی اگر علی موقع پر موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔

ان دو جملوں میں سے اول کا وجود دوسرے کے سلب کا سبب ہے۔ علم نحو کے اِس عمومی اُصولِ مسلمہ کے بعد جب ''لَــوْلَا'' امتناعیہ کا مدخول اسم ظاہر بھی نہ ہو اور ضمیر مرفوع منفصل بھی نہ ہو جیسے (لَــوْلَاهُ، لَوْلَاکَ، لَوْلَاکِ، لَوْلَایَ، لَوْلَانَا) میں ہوتا ہے تو اس صورتِ استعمال میں جمہور نحات کے مطابق ''لَــوْلَا'' حرفِ جارہ ہوتا ہے جو اپنے مدخول شبیہ مبنی الاصل ضمائر کو محلًا جر دیتا ہے اور دیگر حروفِ جارہ کی طرح قائم مقام ظرف ہونے یا کسی عامل کے ساتھ متعلق ہو کر اس کے لیے ظرف مستقر یا ظرف لغو ہونے کی بجائے اِن تمام صفات سے خالی و نرالا ہوتا ہے اور اپنے مدخول ضمیر کو جر دے کر محلًا مجرور متصل بنانے کے سوا اور کسی چیز کا تقاضا نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے جملہ ظرفیہ میں ظرف یا قائم مقام ظرف دیگر ہمہ اقسام ظروف سے ممتاز جداگانہ حیثیت کا حامل ہو کر اپنے مابعد مسند الیہ کو بنا بر فاعلیت یا قائم مقام فاعلیت رفع دینے کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔

حدیث قدسی ''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' کی نحوی ترکیب:۔

''لَوْلَا'' کی اِس کے تحقیق کے مطابق حدیث قدسی ''لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' کی نحوی ترکیب اس طرح ہوگی؛

لَوْلَا:۔ حرفِ امتناع عامل جارہ مبنی الاصل مبنی بر سکون۔

کَ:۔ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر مخاطب شبیہ مبنی الاصل مبنی بر فتح مجرور محلًا بنا بر محل قریب اور مرفوع محلًا بنا بر محل بعید مبتداء۔ جس کی خبر ''موجود'' محذوف ہے جس کا قائم مقام فاعل اس کے اندر ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے جو راجع ہے مبتداء کی طرف، اسم مفعول اپنے قائم مقام فاعل سے ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر۔

لَــمَـــا:۔ میں ''ل'' حرف تاکید غیر عامل مبنی الاصل مبنی بر فتح۔ ''ما'' حرف نفی غیر عامل مبنی الاصل مبنی بر سکون۔

خَلَقْت :۔ فعل ماضی منفی معلوم مبنی الاصل مبنی بر فتح موجودہ ساکن ضمیر فاعل کے متصل ہونے کے عارضہ کی وجہ سے ہے۔

تُ :۔ ضمیر نفس متکلم ضمیر مرفوع متصل شبیہ مبنی الاصل مبنی بر ضمہ مرفوع محلاً بنا بر فاعلیت فاعل۔

الف، لام:۔ حرفِ استغراق مبنی الاصل مبنی بر سکون۔

اَفْلاک:۔ جمع مکسر منصرف منصوب لفظاً بنا بر مفعولیت مفعول بہ۔

فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب ''لَوْلا'' ہوا۔

اس معنی ترکیبی کا حاصل یہ ہے کہ اگر تیرا وجود نہ ہوتا جملہ کائنات کو بھی وجود نہ بخشتا، یعنی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود جملہ کائنات کا وجود میں آنے کے لیے سبب بنا۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلاً وَّآخِرًا ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّی بِفَضْلِکَ الْعَمِیْمِ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ وَمَظْهَرِ لُطْفِهٖ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَحَبِیْبِهِ الْمُجْتَبٰی، آمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ.

حَرَّرَهُ الْعَبْدُ الضَّعِیْف

اَلْفَقِیْر اِلَی رَبِّه القَوِی

پیر محمد چشتی

حوالہ جات

(1) تفہیم القرآن، ج5،سورۃالطلاق

(2) تفسیر مظہری، ج 11،پارے 28

(3) انسان العُیُون،جلد2،صفحہ357،مطبوعہ مصر

(4) الوفا باحوال المصطفیٰ، ج 1، ص 33، مطبوعہ استنبول

(5) الوفا باحوال المصطفیٰ، ج 1، ص 34، مطبوعہ استنبول

(6) خصائص کُبریٰ، ج2،ص 184، فضائل سید المرسلین ﷺ

(7) الموضوعات الکبیر،ص 101 مطبوعہ نورمحمد کراچی

(8) عطر الوردہ،صفحہ 17

☆☆☆☆☆